نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ

سید محب اللہ شاہ راشدی

(۱)

ہمارے ہاں اکثر نوجوان اہلِ حدیث بھائی نمازوں میں عموماً ایسا ہی رویہ اختیار کرتے ہیں جس کی نشان دہی سندھ کے معروف اہلِ حدیث عالم دین پیر سید محب اللہ راشدی صاحب نے اپنی ذیل کی تحریر میں کی ہے۔ پیر صاحب کی یہ تحریر متانت، سنجیدگی اور دلائل کی قوت سے معمور ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ اس کے مطالعہ سے ہمارے بہت سے بھائیوں کو تَرکِ سنت کے نقصانات کا احساس ضرور ہو گا اور وہ اپنے اندر سنت پر کاربند ہونے کا عزم پیدا کریں گے۔ (ادارہ)

"الاعتصام" مجریہ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۹ء میں ننگے سر نماز ہو جانے کے متعلق ہمارے محترم دوست مولانا حافظ نعیم الحق نعیم حفظہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ شائع ہوا ہے۔

جہاں تک ننگے سر نماز ہو جانے کی حد تک بات ہے تو اس میں دو رائیں ہو ہی نہیں سکتیں۔

یہ کہنا کہ سر ڈھانپنے پر پسندیدہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس سے راقم الحروف کو اختلاف ہے۔

احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر اوقات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سر پر یا تو عمامہ باندھے رہتے یا سر پر ٹوپیاں ہوتی تھیں۔ اور راقم الحروف کے علم کی حد تک سوائے حج و عمرہ کوئی ایسی صحیح حدیث دیکھنے میں نہیں آئی جس میں یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ننگے سر گھومتے پھرتے تھے یا کبھی سر مبارک پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آ کر عمامہ وغیرہ اتار کر رکھ لیا اور ننگے سر نماز پڑھنی شروع کی۔ کسی محترم دوست کی نظر میں ایسی کوئی حدیث ہو تو ہمیں ضرور مستفید کیا جائے۔

ذیل میں چند احادیث لکھتا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

۱: حضرت عمر بن امیۃ الضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمسح علیٰ عمامتہ و خفیہ۔

صحیح البخاری مع فتح الباری بتحقیق شیخ ابن باز۔ طبع لاہور پاکستان، ج ۱ ص ۳۰۸۔

"میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے تھے۔"

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور اسی عمامہ سے ہی نماز پڑھی ہو گی کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ عمامہ پر مسح کیا تو ہو لیکن جس پر مسح کیا اسکو اتار کر نماز پڑھی ہو۔ یہ حدیث حضر و سفر دونوں کو شامل ہے۔

۲: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ تبوک کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر سے پیشتر قضاء حاجت کیلئے نکلے قضاء حاجت کی پھر لوٹے۔ پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی ڈالا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے وضو کیا پھر اس میں یہ الفاظ ہیں۔

"ثم مسح بنا صیتہ وعلی العمامۃ۔ الخ

المشکوٰۃ بتعلیق العلامہ الالبانی۔

بحوالہ صحیح مسلم۔ ج ۱ ص ۱۶۱)

"پھر اپنی پیشانی مبارک اور عمامہ پر مسح کیا۔"

۳: حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

" کانی انظر الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ عمامۃ سوداء قدارخی طرفھا بین کتفیہ

(فتح الباری، بحوالہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۳)

"گویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں۔ ان (کے سر پر) کالی پگڑی تھی جس کا ایک ٹکڑا پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ دیا تھا"

۴: صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم:

دخل یوم فتح مکۃ وعلیہ عمامۃ سوداء بغیر احرام

"فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اس حال میں کہ ان پر کالی پگڑی تھی بغیر احرام کے

بعض علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری کی اس حدیث سے معارض ہے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور جس میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر مغفر (خود) تھا۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ پہلے پہلے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سر پر خود تھا پھر اسکو اتار لیا (جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے) اس کے بعد عمامہ پہن لیا۔ اس طرح ہر کسی نے جو دیکھا وہ بیان کر دیا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:۔

" انہ خطب الناس وعلیہ عمامۃ سوداء ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک پر کالا عمامہ تھا"

اور یہ خطبہ کعبہ کے دروازہ کے نزدیک ہوا تھا۔ اور یہ دخول کے تمام ہونے کے بعد ہوا۔ بعض نے ان دونوں روایتوں کو اس طرح بھی جمع کیا ہے کہ یہ کالا عمامہ خود کے اوپر یا خود کے نیچے بندھا ہوا تھا۔ تاکہ خود کے لوہے سے سر مبارک کو محفوظ رکھیں۔

(فتح الباری۔ ج ۴ ص ۶۱ - ۶۲)

۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اذااعتّم سدل عمامتہ بین کتفیہ ۔ المشکوٰۃ بحوالہ ترمذی

اور ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (مشکوٰۃ : ج ۲ ص ۳۷۵)

ترجمہ: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی عمامہ باندھتے تو پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان اس کا ٹکڑا چھوڑ دیتے۔"

۶: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"عممنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسدلھا بین یدی ومن خلفی"

المشکوٰۃ بحوالہ ابی داؤد۔ ج ۲ ص ۳۷۵۔

ترجمہ: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پگڑی باندھی اور میرے سامنے اور میرے پیچھے اسکا تھوڑا سا ٹکڑا چھوڑ دیا۔

۷: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یقول الشھداء اربعۃ رجل مومن جید الایمان

آتی العدو فصدق اللہ حتی قتل فذالک الذی یرفع الناس اعینھم الیہ یوم القیامۃ ھکذا ورفع رأسہ حتیٰ وقعت قلنسوۃ فلا ادری قلنسوۃ عمر ارادام قلنسوۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ روایت جامع ترمذی میں ہے اور امام ترمذی نے اسکی تحسین کی ہے۔

ترجمہ: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم سے سنا کہ شہداء چار ہیں ایک ان میں سے وہ آدمی ہے جو عمدہ ایمان والا مومن ہے۔ وہ دشمن کی طرف آیا تو اس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ (کے اجر و ثواب) کی تصدیق کی (لڑتا رہا) حتیٰ کہ وہ قتل ہو گیا۔ تو یہ وہ شخص ہے جس کی طرف لوگ اپنی آنکھیں اٹھائیں گے۔ قیامت کے دن اس طرح اور اپنا سر اٹھایا۔ حتیٰ کہ ٹوپی گر گئی۔ (راوی کہتا ہے) مجھے معلوم نہیں اس ٹوپی سے مراد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی کا ارادہ کیا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی کا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔

۸: ابوالشیخ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ:۔

" انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس فی السفر ذوات الاذان و فی الحضر المضمریعنی الشامیۃ۔

لوامع العقول میں لکھا ہے۔

قال العراقی وھواجودالاسناد فی القلانس

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں کانوں والی ٹوپیاں پہنتے تھے۔ اور حضر میں مضمر یعنی شامی ٹوپیاں پہنتے تھے۔

علامہ عراقی فرماتے ہیں:

ٹوپیوں کے بارے میں یہ حدیث بہت عمدہ اسناد والی ہے:

۹: مصنف ابن ابی شیبۃ میں اور مصنف عبدالرزاق میں اس کے مانند امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:

" ان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوالیسجدون وایدیھم فی ثیابھم ویسجد الرجل منھم علی قلنسوتہ وعمامتہ۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری)

ترجمہ: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں سجدہ کرتے اس حال میں کہ انکے ہاتھ کپڑوں میں ہوتے اور ان میں سے کوئی آدمی اپنی ٹوپی اور پگڑی پر سجدہ کرتا تھا"

اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز میں ٹوپیاں یا پگڑیاں پہنے ہوتے تھے۔

۱۰: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح کے کتاب اللباس میں باب البرانس کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث لائے ہیں۔

" ان رجلاً قال یارسول اللہ مایلبس المحرم من الثیاب؟ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لاتلبسو االقمص ولاالعمائم ولاالسراویلات ولاالبرانس ولاالحقاف الحدیث۔

(فتح الباری۔ ج ۱۰ ص ۳۷۱-۳۷۲)

"ایک آدمی نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) احرام والا کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا نہ قمیصیں پہنے اور نہ پگڑیاں اور نہ شلواریں اور نہ برانس اور نہ ہی موزے۔"

برانس، برنس کی جمع ہے۔ یہ ایک قسم کی ٹوپی ہے۔ پھر آگے ص ۲۷۳ ج ۱۰ پر باب العمائم منعقد فرما کر اس کے

تحت بھی یہی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی لائے ہیں۔

اس صحیح حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں لوگ ٹوپیاں اور عمامے اکثر و بیشتر پہنے رہتے تھے۔ ورنہ اگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ اکثر و بیشتر چلتے پھرتے یا نماز ادا کرتے ہوئے ننگے سر رہنا ہی انکا عمل ہوتا تو خاص طور پر ان چیزوں کی ممانعت (احرام کی حالت میں) بیان نہ کی جاتی۔ جیسا کہ عورتیں اجانب (غیروں) کے سامنے نقاب اوڑھے ہی رہتی ہیں اس لئے احرام کی حالت میں انکو امر ہوا کہ وہ منہ پر نقاب نہ ڈالیں الا یہ کہ کوئی اجنبی سامنے آ گیا تو چادر کا پلو منہ پر ڈال لیا۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ وغیرہ محدثین نے جو کتاب اللباس وغیرہ ذکر کر کے اس کے تحت یہ احادیث لائے ہیں تو اس سے مقصد ان باتوں میں اقتداء و اتباع تھا ورنہ ان باتوں کے ذکر سے کیا فائدہ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے۔

" لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة۔الاية (پ ۲۱ - ع ۲)

" تمہارے لئے اللہ سبحانہ، وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں بہترین نمونہ ہے۔"

اور یہ ارشاد عبادات وغیرہا سب کو شامل ہے۔

ہوسکتا ہے ہمارے محترم مولانا نعیم الحق نعیم صاحب طعام و شراب اور لباس کے متعلق یہ رائے رکھتے ہوں کہ ان میں سے جن اشیاء یا امور کے متعلق کوئی امر یا رغبت دلانے والا صیغہ وارد نہیں ہوا وہ مندوب و مستحب نہیں۔

لیکن راقم الحروف ان سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اگر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ معمول نہ ہوتا تو جسطرح سر پر عمامہ یا ٹوپی کا ثبوت مل رہا ہے۔ اس طرح ننگے سر چلتے پھرتے رہتے یا ننگے سر نماز پڑھنے کے متعلق بھی روایات ضرور مل جاتیں۔ لیکن اس قسم کی ایک روایت بھی میرے علم میں نہیں آئی۔ جب یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ معمول ہوا تو یہ عمل اللہ سبحانہ تعالیٰ کو پسند ہو گا۔ لہذا استحباب یا مذہبیت کا انکار مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تو یہ حال تھا کہ لباس و طعام میں سے جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہوتی وہی پسند کرتے تھے۔ صحیح البخاری کتاب اللباس میں

"باب النعال السبتية وغيرها"

کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ عبید بن جبیر سے روایت لائے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا "چار باتیں ایسی ہیں کہ میں تم ہی کو وہ کرتے دیکھتا ہوں۔ تمہارے دوسرے اصحاب ان پر عمل نہیں کرتے۔ ان میں سے ایک چیز یہ ذکر کی کہ تم سبتیت نعال (بغیر بالوں کی جوتیاں) ہی پہنتے ہو۔ تو انہوں نے یہ جواب دیا:

" اما النعال السبتية فانى رايت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم يلبس النعال التى ليس فيما شعرويتوضا فيها فانا احب ان البسها" فتح البارى ص ۳۰۸ ج ۱۰)

"نعال" "جوتی" "سبتیۃ کے بارے میں تو نے پوچھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ جوتیاں وہی پہنتے تھے جن میں بال نہ ہوتے اور ان ہی میں وضو بھی کرتے۔ لہذا میں بھی پسند کرتا ہوں کہ ایسی جوتیاں پہنا کروں"

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنت کے اتباع میں جو مقام ہے وہ کسی اہل علم سے مخفی نہیں۔

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح کے کتاب الاطعمہ میں باب الدباء" کے تحت حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث لائے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اتى مولى له خياطا فاتى بدباء فجعل ياكله فلم ازل احبه منذرايت رسول الله صلى الله عيله وسلم ياكله ۔ (فتح البارى ص ۵۵۹ ج ۹)

"بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکے ایک غلام جو کپڑا سینے والا تھا، کے پاس آئے پھر وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کدو لے آیا۔ پھر آپ ﷺ اسکو کھانے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کدو کھاتے دیکھا، تب سے میں اسے پسند کر رہا ہوں۔

کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرغوب اشیاء کو پسند کرنا باعث اجرو ثواب نہ تھا؟

اگر تھا تو یہی ندب واستحباب کی علامت ہے۔ اس لئے سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے یا نماز وغیرہ پڑھنے کو پسندیدہ قرار نہ دینا صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہم نے بڑے بڑے علماء و فضلاء کو دیکھا کہ وہ اکثر و بیشتر سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے۔ یہ آج کل جو نئی نسل خصوصاً اہل حدیث جماعت کے افراد نے یہ معمول بنا رکھا ہے یہ چلتے ہوئے فیشن کا اتباع تو کہا جاسکتا ہے مسنون نہیں یا کسی چیز کے جائز ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مندوبات و مستحبات کو بالکل ترک کر دیا جائے"

جواز کے اظہار کے لئے کبھی کبھی اتفاقاً بھی ننگے سر رہنے پر عمل کیا جاسکتا ہے لیکن آج کل کے معمول سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ کتب احادیث میں جو جو مندوبات و مستحبات، سنن و نوافل کے ابواب موجود ہیں یہ سراسر فضول ہیں اور ہمیں صرف جواز اور رخص پر ہی عمل کرنا ہے۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ ہمارے محترم مولانا نعیم الحق نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے بعض پرجوش اہل حدیث کی طرف سے بعض متشدد حنفیوں کی باتوں کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنے کے جواز کا اس طرح جواب دیا جاتا رہا ہے لیکن یہ بات الہام و تفہیم سے ہی ہو سکتی ہے۔ انہیں معقول دلائل پیش کئے جائیں پھر بھی وہ اسی پر جمے رہیں اور حق کی طرف نہیں آتے تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان کے لئے ہم مستحبات کا خاتمہ ہی کر دیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کو دائمی معمول بنالیں۔ پھر اگر یہی مقصود تھا تو گھر سے ہی ننگے سر آتے اور نماز پڑھ لیتے۔ لیکن یہ عجیب طرفہ تماشا ہے کہ گھر سے تو سر پر ٹوپی وغیرہ رکھ کر آتے ہیں لیکن مسجد میں داخل ہو کر سر سے ٹوپی وغیرہ اتار کر ایک طرف رکھ دیتے ہیں۔ اور نماز شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے مولانا نعیم الحق کی تحریر کے مطابق ننگے سر نماز پڑھنے کا جواز تو ضرور معلوم ہو جاتا ہے لیکن اس سے جو بڑی غلط فہمی عوام میں پھیل جاتی ہے اور واقعتہً پھیل رہی ہے اسکی جانب بھی توجہ کو مبذول فرمایا جاتا۔ یعنی اب عوام میں یہ غلط فہمی پھیلتی جاتی ہے کہ گھر سے تو ٹوپی وغیرہ سر پر رکھ کر آنا چاہیئے لیکن مسجد میں آکر اس کو اتار دینا چاہیئے اور ننگے سر ہی نماز پڑھنی چاہیئے۔ کیونکہ یہی سنت الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس لئے کہ اہل حدیث جماعت کے بہت سے افراد کا اس پر عمل ہے۔ اب آپ ہی سوچیں کہ یہ کتنی بڑی غلطی ہے۔؟ اور یہ محض ہم اہل حدیثوں کے طرز عمل سے ہی پیدا ہو رہی ہے۔ حالانکہ صحیح تو کجا مجھے تو ایسی ضعیف حدیث بھی نہیں ملی جس میں یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تو اس حال میں نکلے کہ سر پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آتے ہی اسکو اتار لیا اور ننگے سر نماز پڑھی۔ پھر اس طرح اسکو دائمی و مستمرہ معمولات میں سے بنانے کی وجہ سے لوگوں کو کیا یہ خیال نہ گزرتا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے تو اس غلط فہمی کے دور کرنے کے لئے بھی کیا یہ اہم و پسندیدہ بات نہیں کہ اکثر و بیشتر سر کو ڈھانپ دیا جائے خواہ نماز میں خواہ اس سے باہر تاکہ یہ غلطی رفع ہو جائے۔

بعض حضرات اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جس میں یہ وارد ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور اس میں ٹوپی وغیرہ بھی داخل ہے۔ بغیر سر ڈھانپے نماز پڑھی۔

اولاً تو یہ اس وقت کی بات ہے جب کپڑوں کی تنگی تھی اور اتنی فراوانی نہ ہوئی تھی۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک کپڑے میں نماز پڑھنے پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہم میں سے ہر ایک کے پاس دو تین کپڑے تو نہ تھے۔ اس طرح صحیح حدیث مرفوع میں بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟ اس سے جو بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔

ثانیاً: میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے جواز کے ثبوت سے اس کا نزلہ یہ حضرات صرف اس بچاری ٹوپی وغیرہ پر ہی کیوں گرانے پر مصر ہیں۔ اگر ننگے سر نماز پڑھنے والی حدیث پر ہی رکھتے ہیں تو بسم اللہ آپ گھر سے ہی ایک کپڑے کے سوائے سب کپڑے اتار کر پھر مسجد میں آیا کریں اور اس طرح نماز بھی پڑھ لیں۔ یہ اچھی ستم ظریفی ہے کہ گھر سے تو قمیص، شلوار کوٹ وغیرہا پہن کر آتے ہیں اور مسجد میں دخول کے بعد صرف پگڑی یا ٹوپی اتار کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ یا للعجب۔

کیا آپ حضرات کے نزدیک اس کا معنیٰ و مطلب یہ ہے کہ اور تو سب کپڑے پہنے ہوئے تھا نہیں۔ صرف ٹوپی وغیرہ کو اتار دیا جائے؟ لیکن یہ مطلب سراسر غلط ہے۔ شاید کچھ لوگ کہنے لگیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حکم ہے کہ مسجد میں زینت پکڑو۔ یعنی لباس پہنو اور جب آج کپڑوں کی فراوانی ہے تو ہم یہ سارا لباس زیب تن کرتے ہیں لیکن ان لوگوں کی خدمت میں باادب عرض ہے کہ اگر دوسرے کپڑے زینت میں داخل ہیں تو ٹوپی وغیرہ کو آپ کس دلیل سے اس زمرہ میں سے نکال باہر کر رہے ہیں۔ اوپر صفحات میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر و بیشتر معمول سر کو ڈھانپنا تھا لہذا ٹوپی وغیرہ سے سر ڈھانپنے کے زینت ہونے پر میں اور کیا مضبوط ثبوت پیش کر سکتا ہوں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ معمول اعلیٰ درجہ کی زینت بھی ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ بھی۔

بہر حال ان وجوہات کی بنا پر مجھے تو سر ڈھانپنا ہر حال میں بہتر و اولیٰ اور مستحب و مندوب نظر آتا ہے۔ اگر کسی اہل علم نے اس پر تعاقب فرما کر میری اس کاوش کو غیر صحیح ثابت کر دیا اور بات سمجھ میں آ گئی تو انشاء اللہ تعالیٰ رجوع بھی کر لوں گا۔

الحق یعلولایعلی علیہ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل فالحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات وصلی اللہ علی سیدنا محمد رحمۃ للعالمین و نبی الرحمۃ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً۔

بہ شکریہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور
شمارہ ۲۷ جلد ۴۵۔ جولائی ۱۹۹۳ء

۲

استدراک

میرا مقالہ سر ڈھانپنے کے متعلق الاعتصام میں شائع ہوا ہے۔ اگرچہ مسجد میں ٹوپی اُتار کر رکھنے کے بعد نماز پڑھنے کے بارے میں کوئی صحیح الاسناد روایت نہیں ہے (ہمارے علم کی حد تک) تاہم ابوالشیخ الاصبہانی اپنی کتاب "اخلاق النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صفحہ ۱۱۵ پر ایک روایت لائے ہیں جو سنداً تو بالکل ضعیف ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب اس روایت کو لے کر میرا معارضہ یا تعاقب شروع کر دے۔ اس لئے یہ روایت مع سند و متن اور اس کی سند پر کلام کے ساتھ پیش کر رہا ہوں (یعنی حفظ ماتقدم) کے طور پر کوئی صاحب اس کو لے کر میدان میں نہ آجائیں۔ مجھے دراصل یہ پہلے ہی مقالہ میں لکھ دینی چاہیئے تھی لیکن:

لا یضل ولا ینسی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی شان ہے اس لئے اس وقت خیال نہ آیا۔ اب سوچا تو خیال ہوا اس روایت کی بھی سندی حیثیت واضح کر دینی چاہیئے۔

روایت یہ ہے۔

حدثنا محمد بن عمران بن جنیدنا احمد بن عیسیٰ المقانعی وسلیمان ابن داؤد

السلال، نابشر بن يحيى المروزى نامسلم بن سالم عن العزرمى عن عطاء و عن ابن عباس قالت كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث قلانس قلنسوة بيضاء مضربة و قلنسوة جهره وقلنسوة ذات اذان يلبسها فى السفر و ربما وضعها بين يديه اذا صلى-

اسی روایت میں ابو الشیخ الاصبہانی کے استاذ اور اس کے دو شیوخ احمد بن عیسیٰ القائنی اور سلیمان ابن داؤد السلال کا ترجمہ ہمارے پاس جو مصادر و مراجع ہیں ان میں سے کسی میں نہیں۔ آگے چوتھے نمبر پر بشر ابن یحیی المروزی آتے ہیں۔ یہ بھی سوائے الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم اور کسی کتاب میں تو فی الحال نہیں ملا اور الجرح والتعدیل میں بھی صرف یہ ہے کہ کان صاحب الرأی۔ یہ الفاظ توثیق و تعدیل کے نہیں ہیں۔ لہذا یہ بھی مجہول الحال ہی ہوا۔ پھر مسلم بن سالم کا نمبر آتا ہے۔ یہ بلخی ہیں اور متروک و وضاع ہیں اور جملہ ائمہ محدثین اس کی تضعیف پر متفق ہیں۔ (انظر المیزان واللسان) پھر العرزمی مذکور ہے اور غالب ظن بیقین کے قریب یہ بات ہے کہ یہ محمد بن عبید اللہ ابن ابی سلیمان العرزمی ہیں۔ یہ بھی متروک ہے۔ کما فی التھذیب التقریب للحافظ ابن حجر۔ اس کے بعد عطاء ہے۔ یہ ابن ابی رباح ہے اور یہ ثقہ ہے۔

اب ایسی روایت سے جس کی اسناد (ظلمات بعضھا فوق بعض) کا مصداق ہو استناد کوئی جاہل کرے تو کر سکتا ہے۔ لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے حدیث کے علم سے نوازا ہے وہ اس سے استدلال کی جرأت نہیں کر سکتا۔ واللہ

(الاعتصام لاہور جلد ۴۵- شمارہ ۳۰- جولائی ۱۹۹۳ء)

واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر

مصنف: مولانا عتیق الرحمن سنبھلی۔ مقدمہ: مفکرِ اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

- واقعہ کربلا سے متعلق افسانوی کہانیوں کی اصل حقیقت۔
- تاریخ میں دجل و تلبیس کے حیرت انگیز واقعات۔
- اصحابِؓ بنو امیہ سے بغض و حسد کے اسباب۔

تاریخ و سیرت سے دلچسپی رکھنے والے ہر باذوق قاری کے لئے انتہائی اہم کتاب۔!

قیمت ۶۰ روپے

بخاری اکیڈمی، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

○ راوی پبلشرز۔ الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور